حبیب ریحان ندوی

ویٹیکن کانفرنس دوم کا وثیقہ
اور
اس کا تحلیلی تجزیہ

[عالمِ اسلام اور عیسائیت" بابت اکتوبر ۱۹۹۲ء میں جناب نذیر قیصر کے نعتیہ مجموعے "اے ہوا مؤذن ہو" پر تبصرے میں ویٹیکن کانفرنس دوم کی دستاویز زیر بحث آئی تھی۔ اُن کے نقطۂ نظر کے خلاف مسیحی جریدے "شاداب" (لاہور) نے وضاحت کی جو "عالمِ اسلام اور عیسائیت" کے اگلے شمارے میں درج کر دی گئی۔ اس کے بعد جناب حسن معزالدین قاضی کا گرامی نامہ موصول ہوا جو زیرِ نظر اشاعت میں شامل ہے۔

ویٹیکن کانفرنس دوم کی زیر بحث دستاویز پہلے بھی بحث مباحثہ کا موضوع رہی ہے اور شاید آئندہ بھی اس کے حوالے دیے جاتے رہیں گے۔ ۱۹۶۵ء میں جناب حبیب ریحان ندوی نے "یہود کی تصویر قرآن و بائیبل میں" کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا جو ماہنامہ "معارف" (اعظم گڑھ) میں شائع ہوا۔ اس مقالے کے آخری حصے میں انہوں نے ویٹیکن کانفرنس دوم کی دستاویز کا اردو ترجمہ اور اپنا تجزیہ پیش کیا تھا۔ انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ اُنہوں نے یہ ترجمہ کس زبان سے کیا ہے۔ تاہم قیاس ہے کہ شاید عربی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ ذیل میں دستاویز کا متن اور ان کا تجزیہ نقل کیا جاتا ہے۔ مدیر]

ترجمہ وثیقہ

"وہ قرار داد جو ہندو دھرم، بدھ مت، اسلام اور یہودیت اور سارے غیر مسیحی مذاہب کے بارے میں ویٹیکن کے پادریوں کے مجمع مسکونی نمبر ۲ کے تیسرے اجلاس میں جمعہ کے دن ۲۰ نومبر ۱۹۶۴ء کو پیش کی گئی جس کو مجمع نے ۱۶۵۱ ووٹوں کی اکثریت سے پاس کیا۔ صرف ۹۹ ووٹ اس کے خلاف آئے اور ۲۴۲ نے سکوت اختیار کیا۔ سرکاری طور پر اس کا اعلان اس لیے مؤخر کر دیا گیا تاکہ ان تحفظات کی تحقیق کی جائے جو گزر چکے۔

۱۔ تمہید: اس زمانہ میں جب کہ جنس بشری کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اور مختلف قوموں

کے درمیان تعلقات زیادہ ہوتے جا رہے ہیں، کیتھولک گرجا غیر مسیحی ادیان سے اپنے تعلقات کے بارے میں گہری بحث کرنا چاہتا ہے، کیوں کہ سب کے سب مل کر ایک جماعت بناتے ہیں اور ان سب کی اصل ایک ہے، چونکہ اللہ نے ساری بشریت کو ایک زمین میں بسایا تھا (اعمال ۱۷:۲۶) اور اس کا مقصد بھی ایک ہے، اور وہ اللہ ہے جس کی عنایت شاملہ اور سخاوت کے دلائل اور چھٹکارے کے مقاصد تمام نوعِ بشر کے لیے ہیں (حکمہ ۱۱۸، اعمال ۱۴:۱۷ اور رومانین ۲:۱۶، اولی تیموتاوس ۲:۴) اس دن تک جب کہ وہ متحار بین کو مقدس شہر میں جمع کرے گا، جہاں کہ رب کا مجد روشن ہوگا جس کی روشنی میں امتیں چلیں گی (رویاء ۲۱:۲۳) بے شک لوگ مختلف ادیان سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ بشری زندگی کی گتھیوں کو سلجھائیں جو کل کی طرح آج بھی ان کو پریشان کیے ہوئے ہیں، انسان کیا ہے؟ ہماری زندگی اور اس کا مقصد کیا ہے؟ اچھائی اور برائی کیا ہے؟ حقیقی سعادت کا کون سا راستہ ہے؟ موت کیا ہے اور موت کے بعد قضا و ثواب کیا چیز ہے؟ ہمارے وصف سے ماوریٰ وہ کون سی ذات ہے جو ہمارے وجود پر محیط ہے اور جس کے پاس سے ہم آئے ہیں اور جس کے پاس ہم کو لوٹ کر جانا ہے۔

۲- ہندو مذہب اور بودھ مت: ہم مختلف قدیم قوموں میں اس پوشیدہ قوت کی معرفت کی روشنی دیکھتے ہیں جو تمام موجودات اور حیاتِ بشریہ کے حوادث میں ساری ہے، یہاں تک کہ انہوں نے اللہ کی ذات کو بھی جان لیا تھا، جو سب کا باپ ہے، اس لیے یہ قدیم مذاہب جن کی ثقافت قدیم اور زبانیں ترقی یافتہ ہیں، ان سوالات کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہندو اسرار الٰہی کی تلاش کرتے اور اس کی تعبیر ہندو میتھالوجی کے وسیع، نہ ختم ہونے والے قصوں سے بھی کرتے ہیں اور بلند فلسفیانہ افکار سے بھی، وہ زہد، ترکِ دنیا، گہرے غور و فکر اور محبتِ الٰہی کے ذریعے آلام دنیا سے چھٹکارے کی راہ تلاش کرتے ہیں۔

اسی طرح بودھ مذہب کے پیروؤں کا عقیدہ ہے کہ یہ نیرنگِ دنیا بشریت کی سعادت سے عاجز ہے۔ اس لیے وہ ایسا راستہ سکھاتے ہیں جس کے ذریعے آلامِ دنیا سے آزادی حاصل کر کے کامل راحت و سکون کی زندگی تک پہنچ جائیں، یہ عبادت اللہ تعالیٰ پر اعتماد، پاکیزگی اور فانی چیزوں سے بے نیازی کا راستہ ہے۔

بہرحال دنیا میں جتنے مذاہب بھی ہیں، وہ مختلف طریقوں سے بشریت کے اس درد کے علاج کے لیے کوشاں ہیں اور ان کی تعلیمات میں زندگی کا دستور اور مقدس رسوم ہیں۔ کیتھولک گرجا ان میں سے کسی بات کو برا نہیں سمجھتا جو ان ادیان میں صحیح اور مقدس مانی جاتی ہیں، اور برابر مسیح کی یہ بشارت دیے جاتا ہے جو کہ "راہ حق اور زندگی ہیں۔" (یوحنا ۱۴:۶) اور اللہ نے ان کے ذریعہ سے عالم سے صلح کرلی ہے۔ (کورنتوس ۵:۱۹)

اور چونکہ گرجا چھٹکارا کے مختلف طریقوں سے واقف ہے، اس لیے وہ پوری رواداری کے ساتھ ان تمام طریقوں کو دیکھتا ہے جن کے سلوک، زندگی، دستور اور تعلیمات میں نور حقیقت کی تھوڑی سی چنگاری بھی ہے، جو بشریت کو روشن کر سکے، خواہ ان میں تھوڑا بہت اختلاف ہی کیوں نہ ہو، اس لیے گرجا اپنے ماننے والوں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ محبت اور تعاون کے ساتھ دوسرے مذاہب کے مومنوں کے ساتھ رہیں کیوں کہ یہ مذاہب بھی روحانیت اور اجتماعی و ثقافتی قدروں کے حامل ہیں۔

۳۔ مسلمان: گرجا مسلمانوں کو احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے، جو حی و قیوم و قادر خدا کی عبادت کرتے ہیں، جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے، جس نے بشر سے گفتگو کی، وہ خدا جس کے احکام بعض اوقات پُر اسرار ہوتے ہیں لیکن دل سے ان پر خضوع واجب ہے، جس طرح ابراہیم نے اللہ کے لیے خضوع کیا، وہ ابراہیم جس کی طرف مسلمان منسوب ہیں۔ وہ اگرچہ مسیح کو الٰہ (خدا) نہیں مانتے، لیکن ان کی تکریم نبی کی طرح کرتے ہیں اور ان کی ماں مریم عذرا کا احترام اور ان کی طرف وسیلہ کرتے ہیں، یوم آخرت کا انتظار کرتے ہیں۔ جس دن اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا اور نماز روزہ کے ذریعہ اللہ سے تقرّب حاصل کرتے ہیں، اور اس کی کوشش کرتے ہیں کہ شخصی، عائلی اور اجتماعی زندگی باادب ہو کر اللہ کے لیے گزار دیں۔

اگرچہ ماضی میں مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان اختلاف اور دشمنی رہی، لیکن گرجا کی مجلس فریقین کو ترغیب دیتی ہے کہ ماضی کو بھول کر مستقبل میں پورے اخلاص سے آپس میں مفاہمت اور ساری بشریت کے لیے دونوں ساتھ ساتھ ترقی کریں، اور اس اتحاد و اتفاق کے ذریعے نیکی اور بھلائی پھیل جائے اور ساری دنیا میں عدل و انصاف قائم ہو جائے۔

۴۔ یہود: مجمع مسکونی جو کہ گرجا کے راز سے اچھی طرح واقف ہے، جانتی ہے کہ عہدِ جدید کی قوم اور ابراہیم کی نسل سے اس کا کیا رابطہ ہے۔ مسیحی گرجا جانتا ہے کہ اس کے ایمان وانتساب کی جڑیں اس کے آباء، — ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء سے متصل ہیں اور یہ اعلان کرتا ہے کہ تمام مسیح پر ایمان لانے والے ایمان کا ذریعہ ابنائے ابراہیم ہیں (غلاطہ ۳:۷) اور ان کی دعوت خاص کے وہ بھی مخاطب ہیں، اس لیے گرجا یہ نہیں بھول سکتا کہ اس نے عہد عتیق کی وحی کو اس شعیبَ کے ذریعہ تسلیم کیا جس کو اللہ نے اپنی رحمت فائقہ سے چاہا اور گرجا یہ بھی نہیں بھول سکتا کہ وہ غذا حاصل کرتا ہے، اس خالص زیتون کی جڑ سے جس کی بری شاخوں نے طمع کی۔ (روما تین ۱۱: ۱۷) کنیسہ حقاً یہ ایمان رکھتا ہے کہ مسیح نے جو ہمارے سلام ہیں، انہوں نے اپنی مصلوبیت کے ذریعے یہود سے اور دوسری قوموں سے مصالحت کر لی اور دونوں کو ایک قوم بنا دیا۔ (افسس ۲:۱۴)

گرجا یہ بھی جانتا ہے کہ رسول شعیب یہود میں سے پیدا ہوئے اور گرجا کے اساس اور ستون تھے،

اور اسی طرح مسیح کے پہلے تلامذہ جنہوں نے انجیل کو دنیا میں پھیلایا، اور یہود اگرچہ کہ ان کا بڑا گروہ انجیل کو نہیں مانتا لیکن وہ جیسا کہ رسول نے کہا، اپنے آباء و اجداد کی وجہ سے اب تک اللہ کے محبوب ہیں۔ (رومانیوں ۲۸:۱۱) کیوں کہ اللہ کی بخشش اور اس کی دعوت بلا ندامت کے ہوتی ہے۔

گرجا انبیاء و رسل کے ساتھ رب کے اس دن کے انتظار میں ہے جس دن اللہ تمام قوموں کو ایک آواز سے بلائے گا اور وہ اللہ کی خدمت کے لیے متفق ہوں گے۔ (اشعیا ۶۶:۲۳، مزمور ۶۵:۴، رومانیوں ۲۲:۱۱)

مجلس گرجا جانتی ہے کہ مسیحیوں اور یہودیوں کے درمیان ایک مشترک عظیم میراث ہے۔ اس لیے یہ چاہتی ہے کہ یہ دونوں تحریروں، لاہوتی بحثوں اور برادرانہ گفتگوؤں کے ذریعے آپس میں تعارف اور تعلقات پیدا کریں اور مجلس ایک دوسرے کی مذمت اور تہمت تراشی کو بری نگاہ سے دیکھتی ہے اور یہودیوں کے ساتھ دشمنی اور ماضی میں ان پر جو ظلم ہوا، اس پر افسوس ظاہر کرتی ہے۔

اس لیے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ عیسائی اپنی تعلیمات کی شرح اور مواعظ میں کوئی ایسی بات نہ کہیں جس سے مومنین کے دلوں میں یہود کے ساتھ بغض و کراہت پیدا ہو اور ان سے یہ کہا جائے کہ وہ مردود، ملعون اور قتل اللہ کے مجرم ہیں، اس لیے کہ مسیح کو جن آلام سے گزرنا پڑا ہے، ان کا الزام سارے یہودیوں پر نہ لگانا چاہیے، کم از کم اس وقت کے عوام جانتے ہیں کہ گرجا کا ہمیشہ سے یہ ایماء رہا ہے کہ مسیح نے خوشی اور رضامندی کے ساتھ ان آلام اور موت کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا تھا تاکہ وہ اپنی غیر متناہی محبت سے ساری بشریت کی خطاؤں کا کفارہ ادا کریں۔ اس لیے گرجا کو چاہیے کہ لوگوں کے کانوں تک پہنچا دیں کہ صلیبِ مسیح اللہ کی محبت کی علامت اور تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے۔

۵۔ تفرقہ بالکل نہیں: اللہ کا علاقہ انسانوں کے ساتھ اس حیثیت سے ہے کہ وہ سب کا باپ ہے، اور انسان کا تعلق اپنے بھائی انسان سے اس طرح مربوط ہے کہ "جس نے اپنے بھائی سے محبت نہیں کی، اس نے اللہ کو نہیں جانا۔" (یوحنا ۴:۸، لوقا ۲۵:۱)

اس لیے مسیحیت میں کسی ایسے نظریے اور ایسے طریقے کی گنجائش نہیں جو انسانوں کے درمیان ایک جنس اور دوسری جنس کے درمیان ان چیزوں میں تفریق کرے جن کا تعلق انسانی شرافت اور انسانی حقوق سے ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ تمام انسان خصوصاً مسیحی ہر قسم کے تفرقے اور ہر اس ظلم سے باز رہیں جو کسی انسان پر اس کے رنگ، مرتبے اور دین کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر مجلس پطرس اور پولس رسول کی تقلید کرتی ہے اور تمام مسیحی مومنوں کو دعوت دیتی ہے کہ "وہ تمام امتوں سے اچھے تعلقات قائم کریں۔" (پطرس ۲:۱۲) اور جس طرح کہ پولس الرسول نے کہا کہ "تم مسالمت کرو

سب لوگوں سے، جس قدر ممکن ہو تاکہ تم سچے طور پر اپنے اس باپ کے بیٹے بنو جو آسمانوں پر ہے۔"

(رومیوں ۱۲:۸، متی ۵:۴۴)

تجزیہ

۱۔ پہلی بات تو یہ کہ سرکاری طور پر اس اعلان میں تاخیر کی گئی۔ اس لیے کہ ۹۹ ووٹ اس کی مخالفت میں آئے، ۲۴۲ ارکان نے ووٹ نہیں دیا، اس کا سبب اسلام، بودھ مت اور ہندو مذہب کے بارے میں وثیقہ میں جو کچھ کہا گیا ہے، اس سے اختلاف نہیں تھا بلکہ یہودیوں کے بارے میں اختلاف تھا کیوں کہ ان نے نفرت اور دشمنی ہر مسیحی کے دل میں پیوست ہے۔

۲۔ کیتھولک گرجا نے قدیم مذاہب کی صرف ان چیزوں کا اعتراف کیا ہے جو اس کے نزدیک مقدس اور سچی ہیں۔

۳۔ وثیقہ کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ مسیح کی بشارت یعنی مسیحی مشنریوں کے لیے تبلیغ کا دروازہ کھل جائے۔

۴۔ مسلمانوں کے لیے وثیقہ نے سب سے اچھے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

۵۔ مگر مسلمان مسیح کو خدا نہیں مانتے، یہی تو اسلام کا امتیازی وصف ہے کہ خدا کے سوا کسی کو خدا نہیں مانتے۔

۶۔ مسلمان مریم کا احترام کرتے ہیں لیکن ان کو وسیلہ نہیں بناتے، پختہ مسلمان تو کسی کا بھی وسیلہ اختیار کرنا شرک خفی سمجھتا ہے، وہ قیامت میں صرف رسول خدا کی شفاعت کا متمنی ہے، دنیا میں خدا سے بلا کسی واسطے اور وسیلہ کے مانگتا ہے، ان کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ "تجھی سے مانگتے ہیں اور تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ (فاتحہ: ۴) "جب میرے بندے میرے متعلق تجھ سے پوچھیں تو میں قریب ہوں، مانگنے والے کی مانگ کو سنتا ہوں، تو صرف مجھی سے مانگو۔" (بقرہ: ۱۸۶) مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے تقرب کا سب سے بڑا وسیلہ عمل صالح ہے۔

۷۔ مسلمان ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں جس طرح کہ یہود و نصاریٰ لیکن نسبت کے اس اشتراک کی بناء پر کوئی متحدہ دین نہیں بن سکتا۔ جب تک ابراہیم علیہ السلام والی توحید پر سب متفق نہ ہوں، مسیح کا تو قول ہے کہ ابراہیم جیسے کام کرو تو ابراہیم والے بن سکتے ہو (یوحنا ۸:۳۹) اسی توحید کی وجہ سے ابراہیم کو امامت دی گئی تھی، اس لیے ابراہیم کی اولاد میں بھی جو شرک میں مبتلا ہو گا، اس سے امامت چھن جائے گی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان میں "ملکوت اللہ تم سے لے کر دوسروں کو دے دیا جائے گا۔" (متی ۲۱:۴۲-۴۳) اور قرآن کا ارشاد ہے "خدا نے کہا کہ میں تجھ کو لوگوں کے لیے امام بناؤں گا۔ تو

ابراہیم نے کہا اور میری اولاد! تو خدا نے کہا کہ میرا عہد ظالم نہیں پا سکتا۔" (بقرہ: ۱۲۴) اس لیے اولادِ ابراہیم میں جو حنیف ہوگا وہی اس امامت کا مستحق ہوگا۔ "ابراہیم نہ تو یہودی تھے، نہ نصرانی بلکہ اطاعت گزار حنیف تھے۔ (آلِ عمران)

اس سے قبل کی آیت میں کہا گیا ہے "اے اہل کتاب! ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو، اور تورات و انجیل تو ان کے بعد آئی (آل عمران) اس لیے دینِ ابراہیمی میں کسی ایسے متحدہ دین کی گنجائش نہیں ہے جو توحید اور شرک وغیرہ متضاد عقائد سے مرکب ہو۔

۸۔ پوپ صاحب نے اسلام کی تعریف کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب اسلام کے بارے میں پوپ اربن دوم کے زمانے کے خیالات اور صلیبی افسانہ نویسوں اور شعراء کی افترا پردازیوں کا دور ختم ہو گیا بقول انگریز مؤرخ ولز اور فرانسیسی اہل قلم ہنری ڈی کاسٹری یہ ماننا پڑا کہ مسلمان سے بڑھ کر موحد قوم دنیا میں نہیں۔

۹۔ یہود کے متعلق پوپ بلکہ "ویٹیکن" کی "مجلس مقدس" سے کئی چیزیں جواب طلب ہیں، پوپ نے اعتراف کیا ہے کہ مسلمان مسیح کو نبی مانتے ہیں اور مریم عذرا کی تکریم کرتے ہیں۔

(الف) کیا یہود بھی حضرت مسیح کو نبی سمجھتے ہیں؟ یا نعوذ باللہ انیس الشیاطین (متی ۱۲: ۲۴) یا کفر بولنے والا (متی ۲۶: ۶۵) یا فریبی و دغا باز (متی ۲۷: ۶۳)

(ب) نیز مریم عذرا کے متعلق ان کی کیا رائے ہے؟ ان پر کیسا بہتان عظیم باندھتے ہیں (نساء) ان دونوں باتوں کو وثیقے میں بالکل گول کر دیا گیا ہے۔

(ج) اگر مسیح نے اپنی مصلوبیت سے یہود سے مصالحت کرلی، تو کیا یہود نے بھی اس مصالحت کو قبول کر لیا۔

(د) اور وثیقہ کا یہ جملہ تو حیرت انگیز ہے کہ "اگرچہ ان کا بڑا گروہ انجیل کو نہیں مانتا، لیکن وہ آباء کی وجہ سے اللہ کے محبوب ہیں۔"

جب یہ گروہ انجیل کو نہیں مانتا اور مسیح و مریم کو نہیں مانتا تو اس سے مصالحت کی بنیاد کیا ہو سکتی ہے اور جو گروہ انبیاء کو نہ مانے، ان کو قتل اور ان کی کتابوں کا انکار کرے، وہ مومن کیسے ہو سکتا ہے۔

پھر جب آباء کی خیر کی وجہ سے انکارِ مسیح اور قتلِ انبیاء کے باوجود بھی یہود محبوب ہیں تو شر میں میں بھی ان کی اولاد کو اپنے آباء کی وجہ سے ماخوذ ہونا چاہیے۔ جیسا کہ مسیح نے کہا تھا کہ "ہابیل مقدس کے خون سے زکریا بن برخیا تک کا خون اس نسل کی گردن پر ہوگا۔" (لوقا ۱۱: ۵۱) خود یہود کے زعماء نے بھی کہا کہ "اس کا خون ہم پر اور ہماری اولادوں پر ہوگا۔" (متی ۲۷: ۵)

پھر آباء سے کون آباء مراد ہیں۔ جسدی باپ یا روحانی باپ۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے ان کے آباء کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، شاید مجمع مقدس کی نظر سے بھی گزرا ہو گا کہ "تم ایک باپ سے ہو جو ابلیس ہے اور تمہارے اس باپ کی شہوات کو تم پورا کرنا چاہتے ہو" (یوحنا ۸:۴۴) اور یہ کہ اگر ابراہیم کی اولاد ہوتے تو ابراہیم جیسے عمل کرتے۔(یوحنا ۸:۳۸)

اور مسیح کی یہ پیش گوئی پوری ہو کر رہی کہ

" اے سانپو اور اے سانپوں کے بچو! تم جہنم کی آگ سے کیوں کر بھاگو گے، اس لیے دیکھو! میں نبیوں اور داناؤں کو اور فقیہوں کو تمہارے پاس بھیجوں گا، تم ان میں سے بعضوں کو قتل کرو گے اور صلیب پر کھینچو گے اور بعضوں کو اپنے عبادت خانوں میں کوڑے مارو گے اور شہر بہ شہر ستاؤ گے تاکہ سب راست بازوں کا خون جو زمین پر بہایا گیا، تم پر آئے۔" (متی ۲۳: ۳۴-۳۵)

ان بداعمالیوں کے بعد یہود ملکوت الٰہی کے مستحق کہاں باقی رہے، اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ "بہت سے مشرق و مغرب سے! اٹھیں گے اور ابراہیم علیہ السلام و اسحق علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام کے ساتھ ملکوت آسمانی میں بیٹھیں گے لیکن ملکوت کے بیٹے تو وہ خارجی ظلمت میں پھینک دیے جائیں گے، اس وقت رونا ہو گا اور انسان کی آواز۔" (متی ۸: ۱۱-۱۲)

۱۰۔ قرآن بھی کہتا ہے کہ یہود کا دعویٰ تھا۔

نَحنُ اَبنٰوُ اللهِ وَ اَحِبّاوُہ قُل فَلِمَ یُعَذِّ بُکُم بِذُنُوبِکُم بَل مِمَّن خَلَقَ(المائدہ: ۱۸)

(ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، آپ کہہ دیجیے کہ پھر اللہ تمہارے گناہ کی سزا میں تم کو کیوں عذاب دیتا ہے بلکہ تم بھی دوسری مخلوقات کی طرح ایک معمولی انسان ہو۔)

یعنی عذاب اس بات کی علامت ہے کہ خدا کے بیٹے اور محبوب نہیں، اس لیے کہ کوئی شخص اپنے بیٹے کو گناہ اور تاریکی میں نہیں چھوڑتا اور نہ عذاب دیتا ہے، بلکہ تم بھی دوسرے انسانوں کی طرح ایک انسان ہو، تو تم پر بھی خدا کے فیصلے اسی طرح نافذ ہوں گے جس طرح دوسرے انسانوں پر نافذ ہوتے ہیں، جب تک تم عہد و میثاق پر قائم رہو گے خدا کے خاص بندوں میں تمہارا شمار ہو گا جیسا کہ توراۃ میں ہے۔ "اگر تم میرے عہد کی حفاظت کرو گے تو خاص ہو جاؤ گے۔" (خروج ۱۹:۵)

قرآن بھی کہتا ہے۔

اِنّی مَعَکُم لَئِن اَقَمتُم الصَّلوٰةَ و اٰ تَیتُم الزَّکوٰةَ و اٰمَنتُم بِرُسُلِی(مائدہ)

(اگر تم نماز قائم کرتے رہے اور زکوٰۃ دیتے رہے اور میرے رسولوں پر ایمان لائے تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔)

لیکن اگر کفر میں مبتلا ہوئے اور میرے احکام کی تعمیل نہ کی تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ (ایضاً)

یہود کی عزت ملکوت الٰہی کی بنا پر تھی، جب وہ چھن گیا تو عزت بھی چھن جائے گی اور ملکوت ان لوگوں کی طرف منتقل کر دیا جائے گا جو اس پر عمل کریں گے۔ حضرت مسیح کا ارشاد ہے۔

"ملکوت الٰہی تم سے چھن کر ایسی امت کو دیا جائے گا جو اس پر عمل کرے گی۔" (متی ۲۱: ۴۳-۴۲)

ان صریح احکام کے بعد یہودیوں سے کس طرح مصالحت ہو سکتی ہے، مسیح کا قول سچا مانا جائے یا ان کے نائب پوپ کے حکم پر عمل کیا جائے، جب تک انجیل کا کوئی نسخہ دنیا میں باقی ہے، اس وقت تک مسیحی یہودیوں کے عقائد و اعمال کو نہیں بھول سکتے اور پوپ اور مجمع مقدس کی کوششوں کے باوجود آج بھی حضرت مسیح، آپ کے پیغام اور آپ کے پیروؤں کے بارے میں یہودیوں کے عقائد وہی ہیں جو پہلے تھے۔

فداکاری کی وجہ سے قتلِ مسیح کا جرم ہلکا ہو جانا بھی عجیب و غریب بات ہے، مسیح کا قول ہے کہ "ابن انسان سپرد کیا جائے گا جیسا کہ لکھا ہے لیکن اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جس کے ذریعے ابن انسان سپرد کیا جائے۔" (متی ۲۶: ۲۴) اسی طرح مسیح کا قول پیلاطس سے "جس نے مجھے میرے سپرد کیا، اس کے لیے سب سے بڑی خطیہ ہے۔" (یوحنا ۱۹: ۱۱) اور پیلاطس کو سپرد یہود کے رئیس الکہنہ نے کیا تھا۔

۱۱۔ ماضی میں یہود سے جو عداوت تھی، گرجا نے اس پر افسوس ظاہر کیا ہے، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ اس کی ابتداء خود یہود نے کی، حضرت مسیح اور دوسرے انبیاء کے ساتھ، رسول اسلام ﷺ کے ساتھ اور آخر میں جرمنی کی پہلی جنگ میں یہودیوں نے جرمنوں کے خلاف بغاوت کی اور ان کے ساتھ جرمنوں نے جو کچھ کیا، وہ خود ان کی غدّاری کا نتیجہ تھا مگر یہ حیرت ہے کہ اسرائیل عربوں کے ساتھ جو سلوک کر رہا ہے، اس کا اشارہ بھی وثیقہ میں نہیں ہے۔

اس کے بعد وثیقہ میں اتحاد و امن کی جو دعوت دی گئی ہے، اس کا یہ جملہ کہ ان چیزوں میں تفریق نہ ہونی چاہیے جو انسانی حرمت و حقوق سے متعلق ہیں۔ جہاں تک عقائد و ایمانیات کا تعلق ہے، کھلی ہوئی بات ہے کہ اس میں اختلاف اور خیر و شر باقی رہیں گے۔ ورنہ کیا انسانی اخوّت کے لیے پوپ الحاد و کمیونزم کو قبول کر سکتے ہیں، دوسروں کے ساتھ انصاف، کسی کو حقیر نہ سمجھنا، یہ سب الگ چیزیں ہیں لیکن ان کے حاصل کرنے کے لیے ایمانی قدروں کو بدل دینا، دین کے اصولوں میں تحریف کرنا اور دین کے دشمنوں سے دوستی کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔

۱۲۔ البتہ کسی کے ساتھ محض مذہب، قومیت اور نسل کے اختلاف کی بنا پر ظلم و زیادتی نہ ہونی چاہیے۔

اسلام کی بھی یہی تعلیم ہے اور یہ تعلیم اس نے اس وقت دی تھی جب رومن امپائر انسانی جانوں سے ہولی کھیل رہا تھا، اور شارلیمان مختلف قوموں کو بزور شمشیر مسیحی بنا رہا تھا، آپس کے لاہوتی جھگڑوں کی وجہ سے خود مسیحی ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہو رہے تھے۔ حالانکہ مسیح کی تعلیم یہ تھی کہ "جو تلوار لیتے ہیں وہ تلوار ہی سے ہلاک کیے جاتے ہیں۔ (متی ۵۲:۲۶) اور انسان سے محبت خدا سے محبت کا رابطہ ہے (یوحنا ۸:۴) اس وقت اسلام نے رنگ و نسل کا فرق مٹا دیا تھا اور مصریوں کے رب، اسرائیلوں کے رب اور بنی اسرائیل کے نبی کی تفریق کو مٹا کر ایک رب العالمین اور رحمۃ للعالمین کی صدا بلند کی تھی۔

بہرحال وثیقہ کا لفظ لفظ ظاہر کر رہا ہے کہ یہود کی سرشت اور تاریخ مسیحیوں کے نزدیک کیا ہے، اس لیے اس کو بدلنے کی کوشش کرنا بے سود ہے، البتہ اگر پوپ کی دعوت کو مسیحی حکومتیں سن لیں تو دنیا کا نقشہ بدل جائے اور اس کا سارا فتنہ و فساد ختم ہو جائے۔ صرف ان برأت ناموں اور فتووں سے ملکوت اعلیٰ کے فیصلوں میں تبدیلی نہیں ہو سکتی اور نہ اسلامی دنیا میں اس کا کوئی اثر ہو سکتا ہے بلکہ خود مسیحی دنیا کبھی اس کو ماننے کے لیے تیار نہ ہوگی۔